قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

شمارہ:191 | جلد:2 | 23 ذوالحجہ 1441 ہجری قمری | جمعرات 13 اگست 2020ء

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مَنْ قَرَأَ بِالْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ۔

(بخاری کتاب الفضائل)

جس نے رات کے وقت سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات پڑھیں تو وہ اس کے لئے کافی ہوں گی۔

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

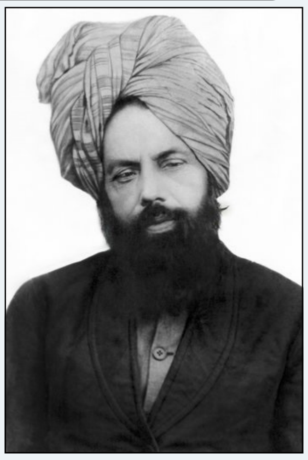

جب کوئی شریر گالی دے تو مومن کو لازم ہے کہ اعراض کرے

’’ہماری جماعت کو مناسب ہے کہ وہ اخلاقی ترقی کریں۔ کیونکہ اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ مشہور ہے۔ وہ یاد رکھیں کہ اگر کوئی ان پر سختی کرے تو حتی الوسع اُس کا جواب نرمی اور ملاطفت سے دیں۔ تشدّد اور جبر کی ضرورت انتقامی طور پر بھی نہ پڑنے دیں۔ انسان میں نفس بھی ہے اور اُس کی تین قسم ہیں۔ امّارہ۔ لوّامہ۔ مطمئنّہ۔ امّارہ کی حالت میں انسان جذبات اور بے جا جوشوں کو سنبھال نہیں سکتا۔ اور اندازہ سے نکل جاتا اور اخلاقی حالت سے گر جاتا ہے۔ مگر حالت لوّامہ میں سنبھال لیتا ہے۔ مجھے ایک حکایت یاد آئی جو سعدی نے بوستاں میں لکھی ہے کہ ایک بُزرگ کو کُتّے نے کاٹا۔ گھر آیا تو گھر والوں نے دیکھا کہ اُسے کتے نے کاٹ کھایا ہے۔ ایک بھولی بھالی چھوٹی لڑکی بھی تھی۔ وہ بولی آپ نے کیوں نہ کاٹ کھایا؟ اُس نے جواب دیا۔ بیٹی۔ اِنسان سے کُتپن نہیں ہوتا۔ اسی طرح انسان کو چاہئے کہ جب کوئی شریر گالی دے تو مومن کو لازم ہے کہ اعراض کرے۔ نہیں تو وہی کُتپن کی مثال صادق آئے گی۔ خدا کے مقرّبوں کو بڑی بڑی گالیاں دی گئیں۔ بہت بُری طرح ستایا گیا۔ مگر اُن کو اَعْرِضْ عَنِ الْجَاھِلِیْنَ (الاعراف 200) کا ہی خطاب ہوا۔ خود اُس انسان کامِل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ و سلّم کو بہت بُری طرح تکلیفیں دی گئیں۔ اور گالیاں، بد زبانی اور شوخیاں کی گئیں۔ مگر اس خُلقِ مجسّم ذات نے اس کے مقابلہ میں کیا کیا۔ اُن کے لئے دُعا کی۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر لیا تھا کہ جاہلوں سے اعراض کرے گا تو تیری عزّت اور جان کو ہم صحیح سلامت رکھیں گے۔ اور یہ بازاری آدمی اُس پر حملہ نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ حضور کے مخالف آپ کی عزّت پر حرف نہ لا سکے۔ اور خود ہی ذلیل و خوار ہو کر آپ کے قدموں میں گرے یا سامنے تباہ ہوئے۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 102-103 ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

ارشاد باری تعالیٰ

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا ؕ لَہَا مَا کَسَبَتۡ وَ عَلَیۡہَا مَا اکۡتَسَبَتۡ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَاۤ اِنۡ نَّسِیۡنَاۤ اَوۡ اَخۡطَاۡنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحۡمِلۡ عَلَیۡنَاۤ اِصۡرًا کَمَا حَمَلۡتَہٗ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ ۚ وَ اعۡفُ عَنَّا ٝ وَ اغۡفِرۡ لَنَا ٝ وَ ارۡحَمۡنَا ٝ اَنۡتَ مَوۡلٰىنَا فَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ (البقرۃ: ۲۸۷)

اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔ اس کے لئے ہے جو اس نے کمایا اور اس کا وبال بھی اسی پر ہے جو اس نے (بدی کا) اکتساب کیا۔ اے ہمارے ربّ! ہمارا مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے کوئی خطا ہو جائے۔ اور اے ہمارے ربّ! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا ہم سے پہلے لوگوں پر (ان کے گناہوں کے نتیجہ میں) تُو نے ڈالا۔ اور اے ہمارے ربّ! ہم پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈال جو ہماری طاقت سے بڑھ کر ہو۔ اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے۔ اور ہم پر رحم کر۔ تُو ہی ہمارا والی ہے۔ پس ہمیں کافر قوم کے مقابل پر نصرت عطا کر۔

فرمانِ خلیفۂ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے اور اس کا رحم اور بخشش مانگنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا تو پھر ایمان میں یہ ترقی ہوتی ہے جو کافی ہوتی ہے اور عبادات اور نیک اعمال کی طرف پھر توجہ پیدا ہوگی۔ ورنہ اگر یہ خیال ہو کہ صرف آیات پڑھ لینا کافی ہے تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمانے کے بعد کہ کسی نفس پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالا جاتا پھر یہ کیوں کہا کہ لَہَا مَا کَسَبَتۡ وَ عَلَیۡہَا مَا اکۡتَسَبَتۡ یعنی انسان اگر اچھا کام کرے گا تو اس کا فائدہ اٹھائے گا اور اگر برا کام کرے گا تو نقصان اٹھائے گا۔

صرف آیت کے یا ان آیات کے الفاظ دوہرا لینے سے تو مقصد پورا نہیں ہوتا بلکہ یہاں توجہ اس طرف کروائی کہ اپنی عبادتوں اور اپنے اعمال پر ہر وقت نظر رکھنی پڑے گی اور جب یہ توجہ ہوگی تو اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظر بھی اپنے بندے پر پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ کے بندے کی ایمان میں ترقی اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کر رہی ہوگی اور اس کی بخشش کا سامان کرے گی نہ کہ پھر جس طرح عیسائی کہتے ہیں اس کو کسی کفارے کی ضرورت ہوگی۔ پس روزانہ پھر جس طرح یہ آیت پڑھنے

بقیہ صفحہ 2 پر

اس شمارہ میں

- غزل
- تعارف سورۃ الانبیاء (اکیسویں سورۃ)
- پیشگوئیوں کے اصول
- خلافت کا عظیم الشان مقام اور اس کی ضرورت و اہمیت

دربارِ خلافت

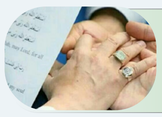

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نصیحت فرمائی:۔

اپنی بیٹی کو یہ بھی بتایا کہ اصل چیز یہ سادگی ہی ہے

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا اور ام المومنین حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم حضرت فاطمہؓ کو تیار کریں اور ان کو حضرت علیؓ کے پاس لے جائیں۔ اس سے پہلے انہوں نے اپنے کمرے کی تیاری کی جس کا نقشہ کھینچا کہ ہم نے کمرے میں مٹی سے لپائی کی پھر دو تکئے تیار کئے جن میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ پھر ہم نے لوگوں کو کھجور اور انگور کھلائے اور انہیں میٹھا پانی پلایا اور ہم نے ایک لکڑی لی جس کو ہم نے کمرے کے ایک طرف لگا دیا تا کہ اس کو کوئی کپڑا لٹکانے اور مشکیزہ لٹکانے کے لئے استعمال کیا جا سکے۔ پس ہم نے حضرت فاطمہؓ کی شادی سے زیادہ اچھی شادی اور کوئی نہیں دیکھی۔

(سنن ابی ماجہ کتاب النکاح باب الولیمہ)

یہ نقشہ تو صرف کھینچا ہے انہوں نے شادی کا۔ اس وقت کے لحاظ سے جو سادگی تھی آپؐ نے اس کے اعلیٰ معیار قائم کئے اور اپنی بیٹی کو یہ بھی بتایا کہ اصل چیز یہ سادگی ہی ہے اور خدا کی رضا ہے جس کو حاصل کرنے کی ایک مومن کو کوشش کرنی چاہئے۔ بعد میں بھی ایک موقعہ پر جب انہوں نے غلام کی درخواست کی کہ ہاتھ میں چھالے پڑ گئے ہیں تو آپؐ نے یہی فرمایا تھا کہ خود ہاتھ سے کام کرو اور بہت سارے مسلمان ہیں جن کو تمہارے سے زیادہ ضرورت ہے۔ تو بہرحال اپنے گھر سے ہی انہوں نے سادگی کی تعلیم دی اور تلقین کی۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ اس طریقے کے مطابق دو تکئے دینے چاہئیں لیکن ایک مثال ہے سادگی کی سادہ رہنا چاہئے اور بلاوجہ بوجھ ڈال کر اپنی گردنوں پر قرضوں کے طوق نہیں ڈالنے چاہئیں۔ سادگی اور وسائل کے اندر رہتے ہوئے جو میسر ہو، جو رسم و رواج ہیں اس وقت کے اس کے مطابق یہ فرض پورا کرنا چاہئے۔ شادی کا بھی حق ادا کرنا چاہئے اور مہمانوں کی مہمان نوازی کا بھی حق ادا کرنا چاہئے لیکن اپنے وسائل کے اندر رہ کے۔

نظام سلسلہ سے ناجائز مطالبہ نہ کریں

اس ضمن میں یہ ذکر کر دوں کہ اللہ کے فضل سے مریم شادی فنڈ سے بہت سی بچیوں کی شادیاں کی جاتی ہیں لیکن بعض دفعہ جن کی مدد کی جاتی ہے ان کا یہ بار بار مطالبہ بھی ہوتا ہے کہ ہمیں فلاں چیز بھی بنا کر دی جائے اور فلاں چیز بھی بنا کے دی جائے یا اتنی رقم ضرور دی جائے، اس سے کم نہیں۔ تو جو چند ایک تنگ کرنے والے ہیں بعض دفعہ ضد کرنے والے، ان لوگوں کو مَیں یہ کہتا ہوں کہ اپنے آپ کو معاشرے کے رسم و رواج کے بوجھ تلے نہ لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ کو آزاد کروانے آئے تھے اور آپ کو ان چیزوں سے آزاد کیا اور اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی جماعت میں شامل ہو کر آپ اس عہد کو مزید پختہ کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ چھٹی شرط بیعت میں ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آ جائے گا۔ یعنی کوشش ہو گی کہ رسموں سے بھی باز رہوں گا اور ہوا و ہوس سے بھی باز رہوں گا۔ تو قناعت اور شکر پر زور دی۔ یہ شرط ہر احمدی کے لئے ہے چاہے وہ امیر ہو یا غریب ہو۔ اپنے اپنے وسائل کے لحاظ سے اس کو ہمیشہ ہر احمدی کو اپنے مدنظر رکھنا چاہئے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 25 نومبر 2005ء) (الفضل انٹرنیشنل 16تا22دسمبر 2005ء)

غزل

موت نے جیتی ساری بازی اور جیون کو مات ہوئی
کیسا کاری وار ہوا اور کیسی پوری گھات ہوئی

ایسے لگتا ہے کہ ان میں ساون آ کے ٹھہر گیا
بعد تمہارے بند نہ میری آنکھوں کی برسات ہوئی

سارا دن بس ایک گھٹن کا عالم طاری رہتا ہے
یاد کے گہرے سائے میں آسیب زدہ سی رات ہوئی

ایک تمہارے دم سے گھر میں کیسی رونق رہتی تھی
اب یہ گھر سونا سونا تو تنہا میری ذات ہوئی

جانے کیوں یکدم منہ موڑا ہاتھ جھٹک کے چھوڑ گئے
رنجش کوئی دل میں تھی نہ تلخ زباں سے بات ہوئی

تم تو سب کا پیار ہر اِک تعریف سمیٹے شاد گئے
میری جھولی کو تو حاصل درد کی اِک سوغات ہوئی

ساتھ تمہارے ہر پل ہر جا اپنی وقعت لگتی تھی
اَب تو میں خود اپنی ہی نظروں میں بے اوقات ہوئی

فکروں سے دل گھائل ہے تو جاں دردوں کے گھیرے میں
صبرورضا کی ساری پونجی ہی نذرِ حالات ہوئی

چپ ہوں میں کہ اس کے آگے کیا اپنا احوال کہوں
جو بھی مجھ پہ بیتی ہے سب حسبِ ارشادات ہوئی

(صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ)

آج کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡاَلُكَ خَیۡرَھَا وَ خَیۡرَ مَا فِیۡھَا وَ خَیۡرَ مَا اُرۡسِلَتۡ بِہٖ وَ اَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ شَرِّھَا وَ شَرِّ مَا فِیۡھَا وَ شَرِّ مَا اُرۡسِلَتۡ بِہٖ

ترجمہ: ’’اے میرے خدا! میں تجھ سے اس آندھی کی خیر چاہتا ہوں اور وہ بھلائی چاہتا ہوں جو اس میں ہے، اور جس کے لئے اسے بھیجا گیا ہے۔ اور میں تجھ سے اس آندھی کے شر سے پناہ چاہتا ہوں جو اس میں مخفی ہے اور جن شرانگیز اور نقصان دہ حالات کے لئے بھیجا گیا ہے ان سے بھی پناہ چاہتا ہوں‘‘۔

یہ پیارے رسولِ اکرم ﷺ کی آندھی کے شر سے بچنے کی دعا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب آندھی آتی تو آنحضرت ﷺ یہ دعا کرتے تھے۔

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

سے نیکیوں کے کمانے کی طرف توجہ رہے گی۔ ایک مومن رات کو جائزہ لے گا کہ کون کون سی نیکیاں مَیں نے کی ہیں اور کون کون سی برائیاں کی ہیں۔ پھر اگر نیکیوں کی زیادہ توفیق ملی ہو گی، اگر شام نے یہ گواہی دی ہو گی کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا تو شکر گزاری کے جذبے کے تحت ایک مومن پھر اللہ تعالیٰ کے حضور مزید جھکے گا اور ایک مومن کو کیونکہ نفس کے دھوکے کا بھی خیال رہتا ہے اس لئے وہ پھر خدا تعالیٰ سے یہ عرض کرتا ہے کہ اگر میرا جائزہ جو مَیں نے شام کو لیا ہے نفس کا دھوکہ ہے تو پھر بھی مجھ پر رحم کر اور بخش دے اور مجھے نیکیوں کی توفیق دے اور اگر کھلی برائیاں سارے دن کے اعمال میں نظر آ رہی ہیں تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کے حضور بخشش اور رحم کے لئے ایک مومن جھکتا ہے۔

(خطبہ جمعہ 16/ جنوری 2009)

جلسہ سالانہ برطانیہ 2020ء کے اختتامی اجلاس کا آنکھوں دیکھا حال

(مرسلہ: سعید الدین احمد)

جیسا کہ قارئین الفضل کے علم میں ہے کہ امسال جماعت احمدیہ برطانیہ کا جلسہ سالانہ جو 7، 8، 9 اگست 2020ء کو منعقد ہونا تھا Covid 19 کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے منسوخ فرمادیا تھا۔

جلسہ سالانہ کی بنیاد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اذن پاکر 1891ء میں قادیان (اس وقت کا متحدہ ہندوستان) میں رکھی اور پہلے جلسہ پر 75 مخلصین وفدائین نے شمولیت فرمائی تھی۔

اب اللہ تعالیٰ کے فضل اور تائید الٰہی سے دنیا بھر میں 100 کے قریب ممالک میں یہ جلسے بڑی شان سے منعقد ہوتے ہیں جن میں ایک برطانیہ کا جلسہ بھی ہے۔جس میں 1984ء سے ہجرت کے بعد سے خلیفۃ المسیح بنفس نفیس شمولیت فرماتے ہیں اور یوں یہ جلسہ مرکزی حیثیت اختیار کرگیا ہے اور اب MTA کے ذریعہ خلیفۃ المسیح کے خطابات براہ راست دنیا بھر کے احمدی احباب وخواتین سماعت فرماتے ہیں جو ازدیاد علم و ایمان کا باعث بنتے ہیں۔

چنانچہ ایم ٹی اے نے حضور انور کی منظوری سے یہ فیصلہ کیا کہ جلسہ سالانہ کی یادیں تازہ رکھنے کے لئے گزشتہ سالوں کے خطابات خلیفۃ المسیح اور چند ایمان افروز یادیں تازہ کی جائیں۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 7 اگست کو مسجد مبارک اسلام آباد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس میں دوران سال جماعت احمدیہ پر ہونے والے افضال و برکات کا ذکر فرمایا جس کا خلاصہ مورخہ 10 اگست کے شمارہ الفضل میں شائع ہوچکا ہے۔

پیارے حضور نے اس خطبہ میں اعلان فرمایا کہ کچھ افضال کا ذکر اتوار مورخہ 9 اگست کوایک مختصر سے اجتماع پر کروں گا۔

اس مختصر سے اجتماع کا انتظام ایوان مسرور اسلام آباد ٹلفورڈ میں کیا گیا جس کو خوبصورت بینرز سے سجایا گیا تھا۔ چاروں اطراف پر دیواروں کے نچلے حصہ کو نیلے رنگ کے کپڑے کی جھالروں سے سجایا گیا تھا۔ نیچے فرش پر سُرخ رنگ کے کارپٹ بچھائے گئے تھے۔کرسیوں کا بند و بست سماجی دوری کے ساتھ تھا۔جن پرخوش قسمت شاملین،وقت سے قبل آ کر کرسیوں پر براجمان ہوگئے تھے اور اپنے آپ کو بہت خوش نصیب تصور کررہے تھے جو دنیا بھر کے احمدیوں کی نمائندگی میں وہاں موجود تھے۔ اسٹیج کے عقب میں دیوار پر مسجد مبارک کا عکس نظر آرہا تھا۔ اس کے ساتھ منارۃ المسیح بنایا گیا تھا اور ایک طرف Jalsa Salana United Kingdom 2020اور دوسری جانب آیت کریمہ ھُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡھُدٰی مع انگریزی ترجمہ کے درج تھی۔

ایم ٹی اے کی ٹیم مستعد نظر آرہی تھی۔جن کی کاوشوں سے اس روحانی، علمی مائدہ سے دنیا بھر کے احمدی مستفیض ہونے والے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ برطانیہ وقت کے مطابق شام ٹھیک 4 بجے ہال میں کریم کلر کی اچکن زیب تن کئے جلوہ افروز ہوئے۔ شاملین نے اپنی نشستوں پر کھڑے ہوکر اپنے آقا کا استقبال کیا۔حضور نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا اور ہال نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھا۔

پیارے حضور نے اسٹیج پر سجی کرسی پر رونق افروز ہوکر مکرم نصر احمد ارشد کو تلاوت قرآن پاک کے لئے بلایا جنہوں نے سورۃ الصّف کی آیت نمبر 8،9،10 کی تلاوت خوش الحانی سے کی۔ بعد ازاں مکرم آصف بن اویس نے ان آیات کا ترجمہ تفسیر صغیر از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ پیش کیا۔نظم کی سعادت مکرم رانا محمود الحسن کے حصہ میں آئی۔ جنہوں نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام ’’حمد وثنا اسی کو جو ذات جاودانی‘‘ اپنے مخصوص انداز میں پڑھ کر سنایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ روسٹرم پر تشریف لائے اور بلند آواز سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے الفاظ میں سلامتی کی دُعا بھیجی۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کے بعد خطبہ جمعہ میں بیان افضال کو جاری رکھتے ہوئے مرکزی دفاتر کے علاوہ عربی، فرنچ، ترکی، رشین، بنگلہ، چینی، انڈونیشین، سواحیلی اور سپینش ڈیسک کی روح افزاء اور ایمان افروز رپورٹس پیش فرمائیں۔ ان ڈیسک کے تحت شائع ہونے والی کتب، سوشل میڈیا کے ذریعہ پیغامات، احمدیت قبول کرنے اور اخبارات کا ذکر فرمایا۔

مرکزی دفتر تحریک وقف نو کے حوالہ سے حضور نے فرمایا کہ یہ دفتر بھی اب آرگنائزڈ ہوچکا ہے۔ اس کے تحت دنیا بھر کے واقفین نو کی تعداد 72932 ہے۔جن میں لڑکے 43281 ہیں اور لڑکیاں 27294 ہیں۔ دنیا بھر سے شائع ہونے والے اخبار، رسائل اور میڈیا کی دلچسپ رپورٹ پیش فرمائی۔فرمایا یہ دَور آن لائن کا دور ہے اور دنیا بھر سے کروڑوں لوگوں نے اس سے استفادہ کیا۔

مخزن تصاویر، اسلامی ریڈیوز، ایم ٹی اے کی بھی ایمان افروز رپورٹس پیش کیں جوعنقریب روزنامہ الفضل میں بطور خلاصہ اور بعدازاں تفصیلی خطاب شائع کردیا جائے گا۔

حضور نے بیعتوں کے حوالہ سے فرمایا کہ وبا کی وجہ سے جب باہر جانے کی اجازت بھی نہ تھی۔ ان مشکل حالات میں بھی ایک لاکھ 12 ہزار سے زائد بیعتیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں۔

حضور انور نے اپنے خطاب کے آخری حصہ میں دنیا بھر سے احمدیوں کی مالی، جانی اور وقت کی قربانی کرنے کے ایمان افروز واقعات سنائے اور شام 6 بجے حضور نے دُعاؤں کے ساتھ اپنے خطاب کو مکمل فرمایا اور لمبی پُرسوز دُعا کروائی اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کا مبارک تحفہ احباب جماعت کو دے کر حضور روانہ ہو گئے۔

اس خطاب کو انگریزی، انڈونیشین اور بنگالی رواں تراجم کے ساتھ پیش کیا گیا۔ جماعت احمدیہ کی 131 اور جلسہ سالانہ کی 129 سالہ تاریخ میں یہ پہلا جلسہ تھا جو مکمل ایس او پیز کی پابندی میں ساری دنیا میں دیکھا اور سُنا گیا۔ یہ جلسہ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں رہتی دنیا تک ایک منفرد جلسہ کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔ایک پُرکیف نظارہ تھا اور ہال نورانی شعاعوں سے بھرا ہر شامل جلسہ کے دل کو اپنے قبضہ میں لئے ہوئے تھا۔

اللہ تعالیٰ اس جلسہ کے دوررس نتائج مترتب فرمائے اور دوران سال ہونے والے افضال و برکات کو آئندہ جماعت میں اور اپنے اندر جاری رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوں۔شکر خداوندی کریں اور اللہ ان انعامات کو ہم پر جاری و ساری رکھے اور خلافت کی برکات و فیوض سے ہم حصہ لیتے رہیں۔ آمین۔

☆...☆...☆

جنت کا دروازہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

قابل رشک ہے وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور پھر اس کے برمحل خرچ کرنے کی غیرمعمولی توفیق اور ہمت بخشی۔(بخاری)

پھر فرمایا:

جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے کا نام ’’باب الصدقہ‘‘ ہے جہاں سے صدقہ وخیرات کرنے والے داخل ہوں گے۔ (مسلم)

احباب وخواتین سے گزارش ہے کہ وہ اپنے صدقات/عطیہ جات فضل عمر ہسپتال کی مد امداد نادار مریضان اور مد ڈویلپمنٹ میں جمع کروا کر دکھی انسانیت کی خدمت میں اپنا حصہ ڈالیں اور ثواب دارین حاصل کریں ۔

تبرکات

پیشگوئیوں کے اصول

(حضرت میر محمد اسحاقؓ)

حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر دلائل

(غیر احمدی مولویوں کے اعتراضات کے جواب دینے کے لئے 20 مارچ 1921ء کو جو جلسہ ہوا اس میں حضرت سید میر محمد اسحاق صاحب نے پیشگوئیوں کے اصول کے متعلق حسب ذیل تقریر فرمائی)

میرا مضمون حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر ہے اور اس میں سے پیشگوئیوں کا حصہ زیادہ ہے۔قبل اس کے کہ میں ان پیشگوئیوں کا تذکرہ کروں جو پوری ہو چکی ہیں یا وہ پیشگوئیاں جن پر مخالفین کو اعتراض ہے اور میں ان کا جواب دوں۔ پہلے میں پیشگوئیوں کے متعلق اصول اور فیصلہ کن باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں اور چونکہ ہمارے مخالفین قرآن اور حدیث کو مانتے ہیں اور ہم بھی مانتے ہیں اس لئے ہم قرآن و حدیث کو حَکم بنائیں گے اور جو وہ فیصلہ کرتے ہیں اس کے مطابق تصدیق یا تکذیب کریں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ (النساء:60) کہ اگر تم میں جھگڑا ہو تو اللہ و رسول کی طرف فیصلہ کیلئے رجوع کرو۔

پس ہم اگر حضرت مسیح موعودؑ کی تصدیق میں کھڑے ہوتے ہیں تو ہمیں قرآن کریم کے اصول کے مطابق تصدیق کرنی چاہئے اور اگر ہمارے مخالف حضرت اقدس کی کسی پیشگوئی پر اعتراض کرتے ہیں تو قرآن کریم کے پیش کردہ اصول کے مطابق اعتراض کرنے چاہئیں۔

پہلا اصل

اب ہم قرآن کریم سے پیشگوئیوں کے متعلق اصول دیکھتے ہیں۔سب سے پہلی بات اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ عٰلِمُ الۡغَیۡبِ فَلَا یُظۡہِرُ عَلٰی غَیۡبِہٖۤ اَحَدًا۔اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ (الجن:27-28)۔ الغیب کا جاننے والا خدا ہے کسی کو اس پر غلبہ نہیں ملتا مگر اللہ کے رسول کو۔

وہ بات جو انسانی قیاس وعلم سے بالا ہے اور جس تک انسان کی پہنچ نہیں وہ خدا کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ اگر کسی انسان کی زبان سے تم ایسی بات سنتے ہو تو جان لو کہ وہ خدا کی طرف سے ہے۔ وہ باتیں جو قانون قدرت کے ماتحت ہیں مثلاً رمضان کب ہوگا۔ کل کیا دن ہے۔ دسمبر میں سردی ہوتی ہے۔ یہ غیب نہیں۔غیب سے مراد وہ باتیں ہیں جو انسانی قیاس سے بالا ہوں۔

ایک اور اصل

اس پر سوال ہوتا ہے کہ کوئی شخص کتنی باتیں بتائے جو پوری ہوں تو وہ الغیب کی باتیں بتانے والا خدا کا رسول قرار پائے گا۔ اس کیلئے مَیں قرآن کریم سے ہی ایک اور اصل بتاتا ہوں۔

حضرت موسیٰؑ فرعون کے دربار میں جاتے ہیں۔ وہاں ایک مباحثہ ہوتا ہے آل فرعون ہی میں سے ایک شخص خفیہ مومن تھا وہ ایک اصل پیش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو بغیر تردید کے کلام مجید میں نقل کرتا ہے۔ وہ میں پڑھتا ہوں۔ فرمایا:۔

وَ اِنۡ یَّکُ کَاذِبًا فَعَلَیۡہِ کَذِبُہٗ ۚ وَ اِنۡ یَّکُ صَادِقًا یُّصِبۡکُمۡ بَعۡضُ الَّذِیۡ یَعِدُکُمۡ (المومن:29)۔ اگر یہ مدعی جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی کو نقصان پہنچائے گا اور اگر یہ سچا ہے تو یُصِبۡکُمۡ بَعۡضُ الَّذِیۡ یَعِدُکُمۡ ان میں سے بعض تم کو پہنچ جائیں گی جن کا یہ تم کو وعدہ دیتا ہے۔

اس اصول کے مطابق نبی اور رسول جس قدر پیشگوئیاں کرتے ہیں ان کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے اگر بعض بھی پوری ہوں تو وہ نبی سچا ہے اور جو انکار کرے وہ سخت غلطی پر اور بڑا مجرم ہے۔ یہ بات کہ ساری پیشگوئیاں پوری ہوں تب کوئی سچا ثابت ہوتا ہے قرآن کریم کی رُو سے درست نہیں۔ بلکہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ بعض پوری ہوں تب بھی پیشگوئی کرنے والا سچا ہے۔ اس کے لئے ایک عقلی معیار بھی ہے جو میں پیش کرتا ہوں اور اس وقت جو ہمارے مخالف بیٹھے ہیں وہ نوٹ کرلیں کہ اگر یہی بات درست ہو کہ جب تک کہ کسی کی تمام کی تمام پیشگوئیاں پوری نہ ہوں اس وقت تک وہ نبی ثابت نہیں ہوسکتا تو کوئی نبی نہیں جس کی نبوت ثابت ہو۔

ہر ایک نبی نے وعدہ دیا ہے اور ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وعدہ فرمایا کہ مومنوں کو بہشت ملے گی اور اس میں حور اور قصور اور غلمان ہوں گے۔ اور اس اس قسم کی نعمتیں ملیں گی۔ اب اس اصول کے ماننے والے کہ سب پیشگوئیاں پوری ہوں تو مانیں قیامت تک انتظار کرتے رہیں گے اور پھر قیامت کے بعد بھی ان کے لئے موقع نہیں کیونکہ یہ پیشگوئی کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وہاں رہنا ہوگا اس لئے چاہئے کہ کبھی بھی نہ مانیں۔ کیوں؟ اگر مان لیا اور پھر وہ ہمیشگی منقطع ہوگئی تو کیسے پیشگوئی سچی ہوئی۔ اس لئے کبھی بھی اس اصول کے ماننے والوں کے لئے کسی نبی کی صداقت ظاہر نہیں ہوسکتی۔

پھر حدیث میں دجال کے متعلق پیشگوئی ہے جو ان کے نزدیک اب تک پوری نہیں ہوئی۔ چاہئے کہ جب وہ پوری ہو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مانیں ورنہ اِس وقت ماننے کا ان کا اصول ان کو اجازت نہیں دیتا۔ پھر اگر سب پیشگوئیاں پوری ہوتی دیکھ کر ماننا ہی خوبی اور فضیلت ہے تو حضرت ابوبکرؓ کو اُمت محمدیہ میں کوئی فضیلت نہیں۔نعوذ باللہ ابوجہل ابوبکرؓ صدیق سے افضل ٹھہرے گا کیونکہ اس نے آنحضرتؐ کو تسلیم نہیں کیا اس لئے کہ اس نے آپ کی سب پیشگوئیوں کو پورا ہوتے نہیں دیکھا۔

پس قرآن کریم نے کسی کی صداقت ثابت کرنے کے لئے بعض پیشگوئیوں کا پورا ہونا لازمی ٹھہرایا ہے اور جب ہم بعض پوری ہوتی دیکھ لیں تو مان لیں اور اسی کے ہم مکلف ہیں۔سب کے لئے ہم مکلف نہیں۔ مگر وہ چند باتیں 'الغیب›› والی ہونی چاہئیں۔

دوسرا اصل

دوسرا اصل قرآن نے یہ بیان فرمایا ہے کہ وَمَا نُرۡسِلُ بِالۡاٰیٰتِ اِلَّا تَخۡوِیۡفًا ○ (بنی اسرائیل:60)۔ ہم نشانیاں نہیں بھیجتے مگر خوف دلانے کے لئے۔ نشانیوں کی غرض ڈرانا ہے۔ اگر کسی نبی نے کسی کے مرنے کی پیشگوئی

کی ہے لیکن وہ ڈر جاتا ہے اور اس طرح موت سے بچ جاتا ہے تو پیشگوئی پوری ہوگئی۔ کیونکہ وہ غرض پوری ہوگئی جس کے لئے پیشگوئی تھی اور جب توبہ یا رجوع ہو جائے تو سزا کی ضرورت نہیں رہتی۔

یہ بات عقلاً بھی سوچنی چاہئے کہ اگر کوئی نبی اپنے کسی مکذب کی موت کی پیشگوئی کرتا ہے لیکن وہ توبہ کرتا ہے۔ اب باوجود توبہ کرنے کے وہ مرجائے تو ایمان بے فائدہ ٹھہرتا ہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ ایک طبیب کسی کے لئے کوئی نسخہ تجویز کرتا ہے اور وہ شخص بغیر نسخہ کے استعمال کئے ہی اچھا ہو جاتا ہے۔ اب کیا وہ طبیب اس مریض پر خفا ہوگا کہ تم نے میرا نسخہ ضائع کر دیا۔ جب لکھوایا تھا تو کیوں نہ استعمال کیا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ خوش ہوگا کہ جو غرض تھی وہ پوری ہوگئی۔ اس لئے نسخہ کی ضرورت ہی نہ رہی۔ پس جب ایک انسان توبہ ورجوع کرتا ہے تو خدا اس کو کیوں ہلاک کرے۔

تیسرا اصل

پیشگوئیوں کے لئے ایک اور اصول اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے وَ اِذَا بَدَّلۡنَاۤ اٰیَۃً مَّکَانَ اٰیَۃٍ ۙ وَّ اللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُفۡتَرٍ ؕ (النحل:102) اور جب ہم ایک آیت کی بجائے دوسری آیت بدل دیتے ہیں۔ اور اللہ اس چیز کو جو وہ اُتارے خوب جانتا ہے۔ تو مخالفین کہتے ہیں کہ یہ تو مفتری ہے۔ نبی ایک پیشگوئی کرتا ہے اور جو وہ کہتا ہے وہ ایک بڑا نشان ہوتی ہے اس لئے اس کو آیت کہا گیا۔ مگر خدا اس کی بجائے ایک دوسرا نشان ظاہر کر دیتا ہے کیونکہ پیشگوئی تو اصل خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ وہ اس کے مطلب کو خوب جانتا ہے۔ جو وہ نازل کرتا ہے اور اسی کے مطابق پیشگوئی ظہور پذیر ہوتی ہے۔ جب ایسا ہوتا ہے تو قَالُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُفۡتَرٍ۔ مخالف کہتے ہیں کہ یہ جھوٹا ہے۔

یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض پیشگوئیوں کا ہے۔ آپ نے کچھ اور سمجھا اور مخالفین کچھ اور سمجھے۔ مگر خدا تعالیٰ جس کا کلام تھا وہ اصل حقیقت و مطلب سے واقف تھا اس نے جب اس کے مطابق کیا تو مخالفین نے جھٹ آپ پر فتویٰ افترا لگا دیا۔ حالانکہ پیشگوئی حضرت مرزا صاحب کا اپنا قول نہ تھا خدا کا قول تھا۔ اگر حضرت مرزا صاحب اس سے کچھ اور مطلب سمجھے تو پیشگوئی میں کوئی نقص نہیں آ سکتا۔

کیونکہ کلام ان کا نہیں خدا کا ہے۔ اور خدا جو اس کا صحیح مطلب جانتا ہے اس نے اس کی حقیقت کے مطابق اِسے پورا کر دیا۔ اس پر جہلاء نے کہہ دیا کہ یہ جھوٹا ہے۔

اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔ بخاری میں ایک حدیث آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی بیویوں نے پوچھا کہ جب آپ فوت ہو جائیں گے تو سب سے پہلے کونسی بیوی آپ سے ملے گی۔ حضور نے فرمایا اَسْرَعُکُنَّ لُحُوْقًا بِیْ اَطْوَلُکُنَّ یَدًا (بخاری کتاب الزکاۃ) تم میں سب سے پہلے مجھ سے وہ ملے گی جس کے سب سے لمبے ہاتھ ہیں۔ حضور کی بیویوں نے سرکنڈے کا ٹکڑا منگوایا اور ناپنے لگیں۔ تو حضرت سودہؓ کے ہاتھ سب بیویوں سے لمبے نکلے۔ رسول کریمؐ کے سامنے ہاتھ ناپے گئے اور آپؐ خاموش دیکھتے رہے۔ لیکن جب آپؐ کا انتقال ہوا تو آپؐ کے بعد بجائے سودہؓ کے حضرت زینبؓ کا انتقال سب بیویوں سے پہلے ہوا۔ اس وقت فیصلہ کیا گیا کہ لمبے ہاتھ سے مراد ظاہری ہاتھوں کی لمبائی نہیں بلکہ اس سے مراد سخاوت ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو کچھ پہلے سمجھا گیا وہ نہ ہوا بلکہ جو کچھ خدا کے نزدیک تھا وہ ہوا۔

اسی طرح محمدی بیگم کے متعلق جو اعتراض ہیں وہ فضول ہیں۔ کیونکہ خدا نے جس نے وہ کلام نازل کیا تھا جس طرح درست تھا اس طرح کیا۔ اس لئے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

پھر ایک اور مثال ہے۔ حضرت نوحؑ کو الہام ہوتا ہے کہ اب تمہاری قوم میں سے اور لوگ ایمان نہیں لائیں گے ان پر غم مت کرو۔ ہاں ایک کشتی بناؤ اور ظالموں کے بارے میں ہم سے مت خطاب کرو۔ انہوں نے کشتی تیار کی۔ خدا کے وعدے کے مطابق پانی کا طوفان اٹھا اور نوح نبی کو حکم ہوا کہ اپنے اہل و عیال اور ساتھیوں وغیرہ کے ساتھ اس پر سوار ہو جاؤ۔ وہ سوار ہو گئے۔ آخر طوفان تھم گیا۔ ہلاک ہونے والے ہلاک ہو گئے۔ جن میں حضرت نوحؑ کا بیٹا بھی ہلاک ہو گیا۔ اس وقت حضرت نوحؑ نے جو کچھ کہا اور اس کے متعلق جو خدا تعالیٰ فرماتا ہے یہ ہے۔

نَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْکَمُ الْحٰکِمِیْنَ ۔ قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّیْٓ اَعِظُکَ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْجٰھِلِیْنَ (ھود: 46-47)

اس وقت کسی اور نے نہیں خود حضرت نوحؑ نے ادب سے پوچھا اور عرض کیا کہ اے خدا! تیرا وعدہ تھا کہ میرے اہل بچائے جائیں گے اور میرا بیٹا میرے اہل میں سے تھا وہ نہیں بچا۔ آپ کا وعدہ تو سچا ہے اور آپ بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔ لیکن یہ بات کیا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت نوحؑ کو جواب دیتا ہے کہ اے نوح! بیشک ہمارا وعدہ تھا کہ تیرے اہل کو بچائیں گے مگر تیرا بیٹا تیرا اہل نہ تھا۔ کیوں اہل نہ تھا۔ اس لئے کہ وہ تیرے خلاف تھا اور اس کے اعمال غیر صالح تھے۔ پھر فرمایا۔ مت پوچھ مجھ سے وہ بات جس کا تجھے علم نہیں۔ میں تجھے وعظ کرتا ہوں کہ تو جاہلوں سے مت ہو۔

اب دیکھو حضرت نوحؑ سے وعدہ تھا کہ ان کے اہل بچائے جائیں گے۔ وہ اس سے ظاہری اہل سمجھے اسی لئے اپنے بیٹے کے ہلاک ہونے پر خدا کو اس کا وعدہ یاد دلاتے ہیں۔ مگر خدا جس نے نوح کو وعدہ دیا تھا وہ جانتا تھا کہ اس سے کیا مراد ہے۔ جب اپنی سمجھی ہوئی بات کے مطابق حضرت نوحؑ نے پوچھا تو خدا نے بتایا کہ ہم نے کب کہا تھا کہ تیرے ظاہری اہل بچائے جائیں گے۔ وہ تیرا بیٹا ظاہری اہل تھا ہمارا اس کی حفاظت کا وعدہ نہ تھا اس لئے وہ ہلاک ہوا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تو جہلاء کا طریق ہے کہ بَدَّلْنَآ اٰیَۃً مَّکَانَ اٰیَۃٍ کی حقیقت کو نہ سمجھیں۔ آپ نبی ہیں آپ کو یہ اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔

چوتھا اصل

ایک اور بات پیشگوئیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِھَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْھَآ اَوْ مِثْلِھَا (البقرۃ: 107)۔ ہم کسی نشان کو منسوخ نہیں کرتے۔ مگر لاتے ہیں اس سے بہتر یا اس جیسا کوئی اور۔ پیشگوئیوں میں ایسا بھی ہوتا ہے۔ اس کی مثال ویسی ہی ہے کہ ہم کسی کو دس روپے دینے کا وعدہ کریں اور دس کی بجائے پندرہ دے دیں تو وہ جھوٹا نہیں کہا گیا بلکہ بڑھ کر پورا کیا گیا۔ اس کی مثال قرآن کریم میں یوں آتی ہے۔ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَۃً وَّاَتْمَمْنٰھَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً (الاعراف: 143)

وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا اور پورا کیا ہم نے اس کو ساتھ دس کے۔ پس خدا کا وعدہ چالیس رات میں پورا ہوا۔ کیا اس میں کوئی خدا پر نعوذ باللہ جھوٹ کا الزام لگا سکتا ہے کہ تیس رات کا وعدہ چالیس میں پورا کیا۔ کوئی نہیں اس لئے کہ خدا کی ملاقات کے لئے اگر تیس کی بجائے چالیس راتیں صرف ہوں تو یہ عین خوشی کی بات ہے۔

پانچواں اصل

مَا کَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ۔ یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْکِتٰبِ (الرعد: 39-40)

کوئی رسول نہیں جو بغیر اللہ کے اذن کے کوئی نشان لائے۔ ہر ایک وعدے کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اور اصل کتاب اس کے پاس ہے۔

خدا تعالیٰ کے نبی خدا کی وحی سے پیشگوئی کرتے ہیں اپنے پاس سے نہیں کرتے۔ اور ہر ایک وعدہ کے لئے خدا کے ہاں وقت مقرر ہے۔ اور ان وعدوں میں سے اللہ تعالیٰ جن کو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جن کو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے کیونکہ اصل علم اسی کے پاس ہے۔

اس کی مثالیں یہ ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کی قوم سے وعدہ تھا اور پختہ وعدہ تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے الفاظ قرآن کریم میں یہ ہیں کہ یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَۃَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ (المائدہ: 22)

اے قوم! ارضِ مقدسہ میں داخل ہو جاؤ۔ یہ خدا نے تمہارے لئے لکھ دی ہے۔ مگر باوجود اس حتمی وعدے کے جب قوم نے اپنے آپ کو اہل ثابت نہ کیا اور کہہ دیا کہ فَاذْھَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَآ اِنَّا ھٰھُنَا قٰعِدُوْنَ (المائدہ: 25)۔ تو وہی ارض مقدسہ جو ان کیلئے لکھ دی گئی تھی اس کے متعلق صاف لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ فَاِنَّھَا مُحَرَّمَۃٌ عَلَیْھِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً یَتِیْھُوْنَ فِی الْاَرْضِ (المائدہ: 27) کہ وہی ارض مقدسہ جو بنی اسرائیل کے لئے لکھ دی گئی تھی ان کیلئے حرام کر دی گئی ہے۔ چالیس سال تک جنگلوں میں بھٹکتے پھریں۔ دیکھو ادھر تو فرمایا کہ وہ تمہارے نام لکھ دی۔ جاؤ اور قابض ہو جاؤ۔ اور اُدھر کہہ دیا گیا کہ حرام کر دی گئی۔

حضرت مسیح موعودؑ کا دعائیہ اشتہار

حضرت مسیح موعودؑ نے دعائیہ اشتہار مولوی ثناء اللہ کے متعلق شائع کیا۔ مولوی ثناء اللہ نے اس طریق فیصلہ کے ماننے سے انکار کیا۔ اس پر مولوی ثناء اللہ کہا کرتے ہیں کہ میرے انکار سے کیا ہوتا تھا۔ خدا کو چاہئے تھا کہ اپنے نبی کی دعا سنتا۔ میں خواہ اس طریق فیصلہ کو نہ مانتا تب بھی مجھے مرزا صاحب سے پہلے مرنا چاہئے تھا۔ لیکن یہ ان کی بات غلط ہے اور قرآن کریم کے خلاف ہے۔ کیونکہ اگر کسی کے انکار کا کچھ اثر نہیں پڑنا چاہئے تو ضرور قومِ موسیٰ کو ارضِ مقدسہ ملنی چاہئے تھی مگر ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ قومِ موسیٰ کے انکار سے چالیس سال تک کے لئے ان پر حرام کر دی گئی۔ غرض انکار کا اثر ضروری ہے۔ ایک مثال احادیث میں بھی ہے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ مجھے قیصر و کسریٰ کے خزائن کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ حضورؐ کو یہ کنجیاں نہیں ملیں بلکہ حضرت عمرؓ کو ملیں۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ نبی کے ساتھ جو وعدہ ہو اس کا ایفاء نبی کے متبعین میں سے کسی کے ساتھ کیا جائے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی عمر پر اعتراض

حضرت مسیح موعودؑ کی عمر پر اعتراض کیا گیا ہے۔ مگر تعجب ہے کہ یہاں تو مولوی ثناء اللہ مخالف اعتراض کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت عمرؓ کو اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ آپ کی وفات بے وقت ہوئی ہے۔ بخاری میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت تلوار کھینچ لی اور کہا کہ جو کہے گا کہ آپؐ مر گئے ہیں میں اس کو مار دوں گا۔ کیونکہ ابھی تو آپ نے منافقوں کے ناک کان کاٹنے ہیں۔ اس وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان کو سمجھایا تب انہوں نے اپنی تلوار نیام میں کی۔ (بخاری باب فضل ابی بکر)

اسی طرح یہاں بھی اعتراض ہوتا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا یُقَالُ لَکَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِکَ (حٰم السجدہ: 44)۔ پس مسیح موعود پر کوئی ایسا اعتراض نہیں کیا جا رہا جو پہلوں پر نہ کیا گیا ہو۔

صلح حدیبیہ کی مثال

اسی طرح ایک اور مثال ہے۔ صلح حدیبیہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے ساز و سامان کے ساتھ ایک خواب کی بناء پر کئی ہزار فوج لے کر مکہ کی طرف کوچ کیا۔ لیکن کفار نے روک دیا اور تمام لوگوں کو ابتلاء آ گیا اور حضرت عمرؓ کو سخت ابتلاء آیا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر کہا۔ کیا آپ خدا کے رسول نہیں اور کیا ہم حق پر نہیں؟ آپ نے فرمایا۔ میں خدا کا رسول بھی ہوں اور ہم حق پر بھی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ کیا آپ ہمیں نہیں کہا کرتے تھے کہ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ (الفتح: 28)۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ اس سال ایسا ہو گا ہاں ہو گا۔ پھر آپ ابو بکر صدیقؓ کے پاس گئے۔ انہوں نے سمجھایا تب مطمئن ہوئے۔ پھر رسول کریمؐ کو مقام ہجرت دکھایا گیا مگر آپ نے جو سمجھا وہ نہ نکلا بلکہ اور نکلا۔

یہ ہیں اصول پیشگوئیوں کے دیکھنے کے۔

(اس تقریر کا باقی حصہ 21 مارچ 1921ء کو جناب میر صاحب نے حسب ذیل بیان کیا) (باقی آئندہ)

خلافت کا عظیم الشان مقام اور اس کی ضرورت و اہمیت

(محمد عثمان شاہد)

بنی نوع انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی روحانی نعمت رسالت اور نبوت کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے اسی نعمت کے ذریعہ نوع انسانی کو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی چہرہ شناسی نصیب ہوتی ہے اور انبیاء کے وجود کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت کی طاقتیں دنیا پر آشکار کرتا ہے اور اپنی عظیم صفات کی تجلیات اپنے ان پیاروں کے وجودوں کے ذریعہ دنیا پر ظاہر کرتا ہے اور درحقیقت حقیقی توحید اور خدادانی اور معرفت کاملہ کی متاع اسی عظیم گروہ کے دامن سے وابستہ ہے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”یہ بھی یاد رہے کہ خدا کے وجود کا پتہ دینے والے اور اس کے واحد لاشریک ہونے کا علم لوگوں کو سکھلانے والے صرف انبیاء علیہم السلام ہیں اور اگر یہ مقدس لوگ دنیا میں نہ آتے تو صراطِ مستقیم کا یقینی طور پر پانا ایک ممتنع اور محال امر تھا“۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 114)

مزید فرماتے ہیں:

”جس طرح آنکھ میں ایک روشنی ہے اور وہ باوجود اس روشنی کے پھر بھی آفتاب کی محتاج ہے اسی طرح دنیا کی عقلیں جو آنکھ سے مشابہ ہیں ہمیشہ آفتابِ نبوت کی محتاج رہتی ہیں اور جبھی کہ وہ آفتاب پوشیدہ ہوجائے ان میں فی الفور کدورت اور تاریکی پیدا ہوجاتی ہے کیا تم صرف آنکھ سے کچھ دیکھ سکتے ہو؟ ہرگز نہیں اسی طرح تم بغیر نبوت کی روشنی کے بھی کچھ نہیں دیکھ سکتے پس چونکہ قدیم سے اور جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ہے خدا کا شناخت کرنا نبی کے شناخت کرنے سے وابستہ ہے اس لئے یہ خود غیرممکن اور محال ہے کہ بجز ذریعہ نبی کے توحید مل سکے نبی خدا کی صورت دیکھنے کا آئینہ ہوتا ہے اسی طرح آئینہ کے ذریعہ سے خدا کا چہرہ نظر آتا ہے“۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 115)

خدا تعالیٰ کے ان پیارے انبیاء کے سینے جہاں ایک طرف اللہ تعالیٰ کی لازوال محبت اور عشق سے معمور ہوتے ہیں اور ان کے دل صفاتِ الٰہیہ کے ظہور کی تجلّی گاہ ہوتے ہیں وہیں ان انبیاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق خدا کی ہمدردی وغمخواری اور ان سے بے انتہا محبت سے پُر دل عطا ہوتے ہیں مخلوق خداوندی سے شفقت اور ہمدردی کا ایسا سمندر ان کے دلوں میں موجزن ہوتا ہے کہ کسی دنیاوی اور جسمانی تعلق میں حتّٰی کہ حقیقی والدین میں بھی اس جذبہ کا ملنا ناممکن ہے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انبیاء اور رسل بھی زمرہ بشر میں شامل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ایک مدت معینہ کے بعد اس دنیا سے رخصت ہوجانا لازمہ بشر ہے اور قدرت کے اس ازلی قانون سے انبیاء بھی باہر نہیں چنانچہ وہ بھی بالآخر اس دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کی وہ رحمت جو ہر چیز پر وسیع ہے تقاضا کرتی ہے کہ دنیا کو ان برکات سے کبھی محروم نہ رہنے دے جو انبیاء کے وجودوں سے وابستہ ہوتی ہیں لہٰذا خدا تعالیٰ انبیاء کے رخصت ہوجانے پر قیام خلافت کے ذریعہ سے انبیاء کی نیابت میں ظلّی طور پر ان کے فیوض وبرکات کو جاری وساری رکھتا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے:

مَاکَانَتِ نُبُوَّۃٌ قَطُّ اِلَّا تَبِعَتْھَا خِلَافَۃٌ

(کنزالعمال الفصل الاول فی بعض خصائص الانبیاء)

یعنی ہر نبوت کے بعد خلافت کا نظام جاری رہا ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اللہ جلّشانہ فرماتا ہے وَاَمَّا مَایَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ یعنی جو چیز انسانوں کو نفع پہنچاتی ہے وہ زمین پر باقی رہتی ہے اب ظاہر ہے کہ دنیا میں زیادہ تر انسانوں کو نفع پہنچانے والے گروہ انبیاء ہیں کہ جو خوارق سے معجزات سے پیشگوئیوں سے حقائق سے معارف سے اپنی راستبازی کے نمونہ سے انسانوں کے ایمان کو قوی کرتے ہیں اور حق کے طالبوں کو دینی نفع پہنچاتے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ دنیا میں کچھ بہت مدت تک نہیں رہتے بلکہ تھوڑی سی زندگی بسر کرکے اس عالم سے اٹھائے جاتے ہیں لیکن آیت کے مضمون میں خلاف نہیں اور ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ کا کلام خلاف واقع ہو پس انبیاء کی طرف نسبت دے کر معنی آیت کے یوں ہوں گے کہ انبیاء من حیث الظلّ باقی رکھے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ ظلّی طور پر ہر یک ضرورت کے وقت میں کسی اپنے بندہ کو ان کی نظیر اور مثیل پیدا کر دیتا ہے جو انہیں کے رنگ میں ہوکر ان کی دائمی زندگی کا موجب ہوتا ہے“۔

(شہادۃ القرآن روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 351-352)

پھر فرماتے ہیں:

”خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہوسکتا ہے جو ظلّی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو اس واسطے رسول کریم نے نہ چاہا کہ ظالم بادشاہوں پر خلیفہ کا لفظ اطلاق ہو کیونکہ خلیفہ درحقیقت رسول کا ظلّ ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلّی طور پر ہمیشہ کے لئے تاقیامت قائم رکھے سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے محروم نہ رہے“۔

(شہادۃ القرآن روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 353)

وحدت امت اور مومنوں کی شیرازہ بندی کا ذریعہ

رسالت کا ایک عظیم الشان کام اتحاد ویگانگت اور وحدت ملی کا قیام ہے چنانچہ رسول کی وفات کے بعد یہ اہم ذمہ داری خلافت کو منتقل ہوتی ہے اور وہ نبوت کی ظلّیت میں اس حبل اللہ کا کردار ادا کرتی ہے جس سے اعتصام کرکے افتراق وانتشار سے محفوظ رہ کر تبعین خلافت وحدت کی لڑی میں پروئے جاکر خدا تعالیٰ کی کامل توحید کے لئے کوشاں ہوجاتے ہیں اور ایک ہاتھ پر جمع ہوکر یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ (اللہ کی تائید ونصرت کا ہاتھ جماعت کے سر پر ہوتا ہے) کی نعمت سے فیضیاب ہوکر آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی جاری کردہ وعید مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ (جو جماعت سے الگ ہوگیا وہ آگ میں پھینک دیا گیا) سے محفوظ ہوجاتے ہیں خلافت کے ساتھ جڑی اس حقیقت اور خلافت کے ساتھ وابستہ اس عظیم برکت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

فَاِنْ رَّئَیتَ یَومَئِذٍ خَلِیفَۃَ اللّٰہِ فِی الاَرضِ فَالْزَمْہُ وَاِنْ نُّھِکَ جِسْمُکَ وَاُخِذَ مَالُکَ (مسند احمد بن حنبل)

یعنی اگر امت میں فساد اور افتراق کے زمانہ میں تم موجود ہو اور تم دیکھو کہ اللہ کا خلیفہ زمین میں موجود ہے تو تم اس سے چمٹ جانا خواہ اس کی پاداش میں تمہارا جسم ہی کیوں نہ نوچ لیا جائے اور تمہارا مال لوٹ لیا جائے۔ بخاری کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں

فَمَاتَأْمُرُنِی اِنْ اَدْرَکَنِی ذٰلِکَ قَالَ تَلْزَمُ جَمَاعَۃَ الْمُسْلِمِینَ وَاِمَامَھُم قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّھُمْ جَمَاعَۃٌ وَّلَا اِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلِ الفِرَقَ کُلَّھَا

(صحیح بخاری کتاب الفتن باب کیف الامر اذا لم تکن جماعۃ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر فتنہ وفساد اور افتراق وانتشار کے زمانہ کو میں پالوں تو میرے لئے حضور کا کیا حکم ہے تو آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ تم مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ وابستہ ہو جانا حضرت حذیفہ نے عرض کیا کہ اگر نہ کوئی جماعت ہوئی اور نہ امام تو آنحضور ﷺ نے فرمایا تو پھر تم تمام فرقوں سے الگ تھلگ ہوجانا۔

معروف عالم دین، کانگریسی رہنما ایڈیٹر اخبار وکیل امرتسر ضرورت خلافت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اجتماع کے یہ خواص اور اوصاف نہ تو حاصل ہوسکتے ہیں نہ قائم رہ سکتے ہیں جب تک کوئی بالاتر فعال و مدبر طاقت وجود میں نہ آئے اور وہ منتشر افراد کو ایک متحد اور موتلف، ممزوج اور منظم جماعت کی شکل میں قائم نہ رکھے پس ایک امام کا وجود ناگزیر ہوا اور اسی لئے ضروری ہوا کہ سب سے پہلے تمام افراد ایک ایسے وجود کو اپنا امام و مطاع تسلیم کرلیں جو بکھرے ہوئے اجزاء کو اتحاد و ائتلاف اور امتزاج ونظم کے ساتھ جوڑ دینے اور اڑتے ہوئے ذروں سے ایک حیّ وقائم جماعتی وجود پیدا کر دینے کی قابلیت رکھتا ہو اصل مرکز اس طاقت کا امام اعظم یعنی خلیفہ ہے“

(مسئلہ خلافت از مولانا ابوالکلام آزاد صفحہ 47)

پھر اسی کتاب میں آگے چل کر لکھتے ہیں:

”کتاب وسنت نے جماعتی زندگی کے تین رکن بتلائے ہیں: تمام لوگ

کسی ایک صاحب علم وعمل مسلمان پر جمع ہو جائیں اور وہ ان کا امام ہو
وہ جو کچھ تعلیم دے ایمان وصداقت کے ساتھ قبول کریں
قرآن وسنت کے ماتحت اس کے جو کچھ احکام ہوں ان کی بلاچون وچرا تعمیل واطاعت کریں
سب کی زبانیں گونگی ہوں صرف اسی کی زبان گویا ہو سب کے دماغ بیکار ہو جائیں صرف اسی کا دماغ کارفرما ہو لوگوں کے پاس نہ زبان ہو نہ دماغ صرف دل ہو جو قبول کرے اور صرف ہاتھ پاؤں ہوں جو عمل کریں
اگر ایسا نہیں ہے تو ایک بھیڑ ہے، ایک انبوہ ہے، جانوروں کا ایک جنگل ہے، کنکر پتھر کا ایک ڈھیر ہے مگر نہ تو جماعت ہے، نہ امت، نہ قوم، نہ اجتماع اینٹیں ہیں مگر دیوار نہیں، کنکر ہیں مگر پہاڑ نہیں، قطرے ہیں مگر دریا نہیں، کڑیاں ہیں جو ٹکڑے ٹکڑے کر دی جاسکتی ہیں مگر زنجیر نہیں ہے جو بڑے بڑے جہازوں کو گرفتار کرسکتی ہے‘‘

(مسئلہ خلافت صفحہ 208)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب معاندین خلافت نے فتنہ وفساد کا طوفان برپا کر رکھا تھا اور وہ اپنی ریشہ دوانیوں اور سیاہ کاریوں کے ذریعہ خلافت کے خاتمہ کے درپے تھے اس وقت آنحضور ﷺ کے صحابی حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے انہیں ان کی ان مذموم حرکات کے بدنتائج سے باخبر کرتے ہوئے درج ذیل چند اشعار کہے

عَجِبْتُ لِمَا يَخُوضُ النَّاسُ فِيهِ
يَرُومُونَ الخِلَافَةَ اَنْ تَزُولَا
وَلَوْ زَالَتْ لَزَالَ الْخَيْرُ عَنْهُمْ
وَلَاقَوْا بَعْدَهَا ذُلًّا ذَلِيلًا
وَكَانُوا كَالْيَهُوْدِ وَكَالنَّصَارٰى
سَوَاءً كُلُّهُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَا

ترجمہ: جن باتوں کے پیچھے یہ لوگ پڑے ہوئے ہیں انہیں دیکھ کر مجھے تعجب ہوتا ہے یہ لوگ چاہتے ہیں کہ خلافت ختم ہو جائے اور اگر خلافت ختم ہوگئی تو ہر خیر وبھلائی ان کے ہاتھوں سے جاتی رہے گی اور خلافت کے اختتام کے بعد رسوا کن حالات کا انہیں سامنا ہوگا اور لوگ یہود ونصاریٰ کی طرح ہو جائیں گے اور راہ راست سے دور جا پڑیں گے۔ مسلمانوں کی تاریخ گواہ ہے کہ جب تک ان میں خلافت رہی وہ ہر میدان میں بامراد اور فتحیاب رہے جس طرف انہوں نے رخ کیا کامیابیوں اور کامرانیوں نے ان کے قدم چومے لیکن جونہی خلافت اٹھی وہ افتراق و انتشار کا شکار ہو کر قعرِ مذلّت میں جا گرے۔ ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

’’قدرت ثانیہ (خلافت – ناقل) خدا کی طرف سے ایک بڑا انعام ہے جس کا مقصد قوم کو متحد کرنا اور تفرقہ سے محفوظ رکھنا ہے یہ وہ لڑی ہے جس میں جماعت موتیوں کی مانند پروئی ہوتی ہے اگر موتی بکھرے ہوں تو نہ تو محفوظ ہوتے ہیں اور نہ ہی خوبصورت معلوم ہوتے ہیں ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتی ہی خوبصورت اور محفوظ ہوتے ہیں اگر قدرت ثانیہ نہ ہو تو دین حق کبھی ترقی نہیں کرسکتا.........پس اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں اور حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں ہماری ساری ترقیات کا دارومدار خلافت سے وابستگی میں ہی پنہاں ہے‘‘ (روزنامہ الفضل 30 مئی 2003ء)

خلیفہ خدا بناتا ہے

منصب خلافت کی عظمت شان اور علوِّ مرتبت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ خلافت کے قیام اور خلفاء کے تقرر کا معاملہ خدا نے خود اپنے ہاتھ میں رکھا ہے چنانچہ قرآن مجید کی سورۃ النور کی آیت استخلاف میں اعمال صالحہ پر قائم مومنوں کو خلیفہ بنانے کا وعدہ فرمایا گیا تو فرمایا لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ کہ وہ ضرور خود ان کو خلیفہ بنائے گا پس جن وجودوں کا تقرر خود خدا کرے وہ کس عظمت شان کے حامل ہوں گے ایک کمزور انسان کی بساط نہیں کہ اس کا اندازہ کرسکے

یہاں اس امر کا بیان ضروری ہے کہ اللہ کے انبیاء ورسل اس وقت مبعوث ہوتے ہیں جب دنیا ہر طرح کی روحانی تاریکی کا شکار ہو چکی ہوتی ہے اور ہر طرف فساد اور ظلمت برپا ہوتی ہے ضلالت وگمراہی کے ایسے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت جوش مارتی ہے اور براہ راست کسی نبی کا تقرر فرماتی ہے لیکن خلافت جو نائب رسالت ہوتی ہے یہ خدا کی وہ نعمت ہے جو مومنین کی جماعت کو ان کے ایمان اور اعمال صالحہ پر قائم ہونے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی رضا اور خوشنودی کی سند عطا کرتے ہوئے بطور انعام نازل ہوتی ہے لہٰذا اس خوشنودی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ خلفاء کے تقرر کے وقت مومنوں کو بھی اس طرح حصہ لینے کا اعزاز بخشتا ہے کہ خلیفہ کے انتخاب کا انہیں موقع دیا جاتا ہے اگرچہ بظاہر یہ ایک انتخاب ہوتا ہے لیکن درحقیقت اللہ تعالیٰ کی وحی خفی کے نتیجہ میں خدا کی مرضی اور اس کے تصرف کے تابع یہ لوگ اسی پاک وجود کا انتخاب کرتے ہیں جو اس منصب پر فائز کئے جانے کے لئے خدا کی مرضی اور اس کا فیصلہ ہوتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

’’آیت لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ خلفاء کو مقرر فرماتا ہے.........جب اصلاح عالم کے لئے کسی خلیفہ کی ضرورت سمجھتا ہے تو لوگوں کے دلوں میں الہاماً ڈال دیتا ہے کہ وہ ایسے شخص کو خلیفہ منتخب کریں جسے خدا تعالیٰ خلیفہ بنانا چاہتا ہے‘‘۔

(ازالۃ الخفاء مترجم اردو از حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی صفحہ 77)

آنحضور ﷺ فرماتے ہیں

لَقَدْ هَمَمْتُ اَوْ اَرَدْتُّ اَنْ اُرْسِلَ اِلٰى اَبِي بَكْرٍ وَابْنِهِ وَاَعْهَدَ اَنْ يَّقُوْلَ الْقَائِلُوْنَ اَوْ يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّوْنَ ثُمَّ۔ قُلْتُ يَأْبَى اللهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ

یعنی میں نے ایک دفعہ ارادہ کیا کہ ابوبکر اور ان کے بیٹے کو بلا کر ان کے حق میں خلافت کی وصیت لکھوادوں تا کہ باتیں بنانے والے باتیں نہ بناسکیں اور اس منصب کی خواہش رکھنے والے خواہش نہ کرسکیں لیکن پھر میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ضرور ابوبکر کے علاوہ کسی بھی دوسرے کا انکار کردے گا اور مومن بھی اس خیال کو رد کردیں گے

آنحضور ﷺ کی یہ حدیث بھی واضح کررہی ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اور خلیفہ کا انتخاب کرنے والے مومن الٰہی تصرف کے ماتحت اسی شخص کا انتخاب کرتے ہیں جس کے انتخاب کے لئے خدا کی مرضی ہوتی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

’’آنحضرت ﷺ نے کیوں اپنے بعد خلیفہ مقرر نہ کیا اس میں بھی یہی بھید تھا کہ آپ کو خوب علم تھا کہ اللہ تعالیٰ خود ایک خلیفہ مقرر فرمادے گا کیونکہ یہ خدا کا ہی کام ہے اور خدا کے انتخاب میں نقص نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کام کے واسطے خلیفہ بنایا اور سب سے اول حق انہی کے دل میں ڈالا‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 525)

خلافت منبع علم وعرفان

چونکہ خلیفہ نائب رسول اور اس کا ظل ہوتا ہے اور اپنے نبی متبوع کے کمالات اور اس کی تعلیمات کے جاری وساری رکھنے کا فریضہ انجام دیتا ہے اور اس غرض کے لئے خدا خود اس کا انتخاب کرتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ خود اس کی رہنمائی فرماتا اور تمام ضروری علوم سے اسے بہرہ ور فرماتا ہے اور اپنی جناب سے علم وعرفانِ حقیقی اور معرفت کا خزانہ اسے عطا کرتا ہے اور معرفت کاملہ کے حصول کا ماخذ اور منبع وہ قرار پاتا ہے اس کے دامن سے وابستہ خوش نصیب افراد اس چشمہ سے ہدایت پاتے ہیں اور اس سے دور رہنے والے بدنصیب بقول آنحضرت ﷺ جاہلیت کی موت مرجاتے ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے

مَنْ لَّمْ يَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً کہ جس شخص نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرگیا

اسی حقیقت کے پیش نظر آنحضور ﷺ فرماتے ہیں

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ (ترمذی ابواب العلم)

کہ تم پر فرض ہے کہ تم میری سنت پر چلو اور میرے ان خلفاء کی سنت پر بھی جو خدا سے ہدایت پاکر ہدایت دینے والے ہیں

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب ازالۃ الخفاء میں آیت استخلاف کے الفاظ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ کی تفسیر میں ایک لطیف نکتہ بیان فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں

’’وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ دو معنی پر دلالت کرتا ہے ایک یہ کہ وہ خلفاء جن کی خلافت کا اس آیت میں وعدہ ہے جب وہ وعدہ پورا ہوگا تو دین نہایت کامل طور پر ظاہر ہوگا دوسرے یہ کہ عقائد وعبادات ومعاملات ومسائل نکاح واحکام خراج جو جو باتیں ان خلفاء کے عہد میں ظاہر ہوں گی اور وہ جن جن چیزوں کی ترویج میں پورے اہتمام کے ساتھ کوشش کریں گے وہ سب چیزیں پسندیدہ دین

بقیہ صفحہ 10 پر

تعارف سورۃ الانبیاء (اکیسویں سورۃ)

(مکی سورۃ، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 113 آیات ہیں)

اردو ترجمہ از ترجمہ قرآن انگریزی (حضرت ملک غلام فرید صاحبؓ) ایڈیشن 2003ء

مترجم: وقار احمد بھٹی

وقت نزول اور سیاق و سباق

یہ سورۃ گزشتہ تین سورتوں کی طرح مکی ہے اور نبوت کے ابتدائی دور کی ہے۔حضرت ابن مسعود کے مطابق یہ نبوت کے پانچویں سال سے قبل نازل ہوئی اور اس کے ساتھ سورۃ طٰہٰ، الکھف اور مریم نازل ہوئیں۔سورۃ مریم کی ابتدائی آیات حضرت جعفرؓ نے ابی سینیا ہجرت کے وقت نجاشی کے سامنے تلاوت کیں جو اسی سال ہوئی تھی۔ اس سورۃ کا گزشتہ سورۃ طٰہٰ سے مربوط تعلق یوں جڑتا ہے کہ سورۃ طٰہٰ کے اختتام پر بتایا گیا تھا کہ الٰہی عذاب کفار کو اپنے وقت معینہ پر آلے گا اور آپ ﷺ کو حکم دیا گیا تھا کہ ان کے ظلم و تعدی اور مخالفت کو صبر اور تحمل سے برداشت کریں۔اس سورۃ کا آغاز اس تنبیہ سے ہوا ہے کہ کفار کی سزا کا وقت آن پہنچا ہے اور اب انہیں اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا اب وہ بے یقینی اور لاپرواہی کے صحرا میں حیران و ششدر گھومیں گے۔ یہ اس سورۃ کا اپنی سابقہ سورۃ سے فوری تعلق ہے۔ مگر اصل تعلق دونوں سورتوں کے مضامین کی مطابقت کا ہے جو ان دونوں کو مزید مربوط کر دیتا ہے۔سورۃ مریم میں چند عیسائی عقائد کی تردید کی گئی تھی جیسے کہ حضرت عیسیٰ، الٰہی صفات کے مالک ہیں، یہ کہ آپ نے شریعت کو منسوخ کر دیا ہے اور اس کو ایک لعنت قرار دیا ہے اور یہ کہ نجات کسی اچھے عمل سے نہیں بلکہ کفارہ کے ذریعہ ملتی ہے۔سورۃ طٰہٰ میں حضرت موسیٰ کے حالات کی تفصیل بیان کی گئی ہے تا کہ ان عقائد کو مسترد کیا جائے۔عیسائیوں کو بتایا گیا ہے کہ عیسائیت سلسلہ موسویہ کی ہی ایک کڑی ہے اور حضرت موسیٰ کے حالات ان (عیسائی) عقائد کی تردید کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ کی تمام تر شان اس بات میں ہے کہ آپ ایک شرعی نبی ہیں۔ اگر شریعت ایک لعنت ہے تو عیسائی عقائد کے مطابق حضرت موسیٰ کی عزت اور توقیر کرنے کی بجائے آپ کی مذمت کرنی چاہیئے۔

اس کے بعد سورۃ طٰہٰ میں حضرت آدم کے تکلیف اٹھانے کا تفصیلی ذکر ہے اور یوں گناہ کے بارے میں عیسائیوں کے نظریہ کی جڑ تک تفصیل بیان کر کے اس کا رد کیا گیا ہے۔ اس بات کی خوب وضاحت کی گئی ہے کہ گناہ کے موروثی ہونے کی کوئی حقیقت نہ ہے اور یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کو بے جا تجاوز کی وجہ سے سزا دی گئی تھی۔ پھر یہ بتایا گیا ہے کہ اگر انسان کے لئے گناہ سے نجات ممکن نہیں ہے تو پھر خدائی سزا کا بنیادی مقصد (اصلاح) ہی ختم ہو جاتا ہے اور خدا کے رسولوں اور نبیوں کو بجائے گناہ گاروں کو تنبیہ کرنے کے، انہیں یہ آرام دہ پیغام دینا چاہیئے کہ حالات اور مجبوریوں میں جکڑی ہوئی مخلوق ہونے کی وجہ سے ہرگز ان کا حساب کتاب نہ ہوگا اور وہ سزا کے مستحق نہیں ٹھہریں گے۔ اسی مضمون کو مزید وضاحت اور صراحت سے اس سورۃ میں بیان کیا گیا ہے کہ نہ صرف کسی خاص نبی کے مخالفین بلکہ جملہ انبیاء جو حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک اور پھر آنحضرت ﷺ تک تشریف لائے ان سب کے دشمنوں کو ان کی بداعمالیوں کے باعث سزا دی گئی اور نیکوں کو انکے نیک اعمال کے بدلے بہترین اجر دیا گیا۔ اگر انسان نے گناہ وراثت میں پایا ہوتا اور وہ اس سے چھٹکارا نہ پا سکتا تو پھر گناہ گاروں کو سزا دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے اور نہ ہی نیکوں کو اجر دینے کی۔ لہٰذا گناہ کے موروثی ہونے کا عقیدہ ایک بے بنیاد ایجاد ہے۔

مضامین کا خلاصہ

اس سورۃ کا آغاز کفار کو اس تنبیہ سے کیا گیا ہے کہ خدائی پکڑ تیزی سے آن پہنچی ہے مگر وہ خود کو جھوٹے طور پر محفوظ سمجھ رہے ہیں۔ دنیا میں کوئی ایسا نبی نہیں آیا جس سے تمسخر اور مذاق نہ کیا گیا ہو۔ مگر از راہِ ہمدردی اور اپنی قوم کے لوگوں کی روحانی ترقی کے خیال سے خدا کے نبی انہیں حق کو قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں تا کہ وہ فلاح پا جائیں۔ اگر گناہ انسان کو وراثت میں ملا ہے تو اس دعوت (حق) کا کیا مقصد ہے؟

پھر اس سورۃ میں کفار کے بعض اعتراضات کو لے کر ان کا تسلی بخش جواب دیا گیا ہے۔ اس کے بعد کفار کو مخاطب کر کے پوچھا گیا ہے کہ آخر ایسا کونسا بوجھ ہے جو قرآن کریم نے ان پر ڈالا ہے جس کی وجہ سے وہ اس کے انکار پر کمر بستہ ہو گئے ہیں۔ اس پیغام (قرآن) کا بنیادی مقصد انہیں اخلاقی طور پر بلند مرتبہ و رتبہ دلانا ہے۔ کیونکہ یہ خدا کے اپنے نازل کردہ الفاظ ہیں، اس کے منکر سزا سے بچ نہیں سکتے۔ پھر یہ سورۃ منکرین سے سوال پوچھتی ہے کہ کیا انہوں نے کبھی سنجیدگی سے اس بات پر غور کیا ہے کہ علیم و حکیم خدا نے بغیر کسی مقصد کے اس کائنات کو تخلیق کیا ہے اور یہ کہ جو بھی اس عظیم مقصد کے راستے میں حائل ہوگا وہ لازماً ناکام و نامراد ہوگا۔

بعد ازاں اس سورۃ میں توحید باری تعالیٰ کے مضمون کو بیان کیا گیا ہے جو جملہ مذاہب کی بنیاد اور اہم ترین اکائی ہے۔ جب ایک ہی قانون فطرت پوری کائنات کو چلا رہا ہے تو یہ بتایا گیا ہے کہ آخر متعدد خداؤں کو ماننے والے شرک کا جواز کیونکر پیش کر سکتے ہیں۔متعدد خداؤں کو ماننے کا عقیدہ خود نظام کائنات کے چلانے کے حوالہ سے تضاد کا شکار ہو جاتا ہے (کہ آخر کس خدا کے حتمی حکم پر نظام کائنات چل رہا ہے)۔ جیسا کہ ظاہر ہے اس نظام میں ایک بہترین تنظیم پائی جاتی ہے تو لازماً اس کائنات کا ایک ہی خالق اور ایک ہی نگہبان اور محافظ ہے۔ اور آخر خدا کو بیٹے کی کیا حاجت، کیونکہ بیٹے کی ضرورت اس کو ہے جس نے توڑ پھوڑ کا شکار ہونا ہو یا مرنا ہو یا خود اکیلے کوئی کام سرانجام نہ دے سکتا ہو۔ مگر خدا کے متعلق ایسے خیالات توہین آمیز اور بے بنیاد ہیں۔ اس کے بعد اس سورۃ میں یہ قانون فطرت بیان کیا گیا ہے کہ جب ظلمت اور گمراہی پوری دنیا پر چھا جاتی ہے اور قحط الرجال ہوتا ہے تو خدا انسانوں پر اپنی رحمت اور آسمانی پانی (وحی) کے دروازے کھول دیتا ہے اور یوں زمین کو ایک نئی زندگی عطا کرتا ہے جو قبل ازیں گناہ اور ظلم میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے۔

نور اور ظلمت کا رجحان روحانی دنیا میں ظاہری دن اور رات کے ادلنے بدلنے کی طرح ہے۔ پھر اس سورۃ میں اس مضمون پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ کفار کی طرف سے یہ بیوقوفانہ رویہ ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کا اس وجہ سے انکار کر دیں کہ آپ ایک عام فانی وجود ہیں۔ دراصل قرآنی وحی کے حامل (آنحضرت ﷺ) کا مرتبہ اور مقام حقیقی وجود نہ ہے بلکہ آپ ﷺ کو بھیجنے والے (اللہ) کی حقیقی اہمیت ہے۔ اس بات کے اظہار کے لئے کہ آنحضرت ﷺ کا مقصد ہی کامیاب ہوگا اس سورۃ میں چند سابقہ انبیاء کے حوالے پیش کیے گئے ہیں جن میں حضرت نوح، حضرت ابراھیم، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ادریس اور دیگر شامل ہیں جو عین مخالفت کے طوفان میں بھی اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ہوئے۔ خدا کے یہ سب چنیدہ بندے جن میں حضرت عیسیٰ بھی شامل ہیں نہایت اعلیٰ اور بلند اخلاق کے مالک تھے اور ان (حضرت عیسیٰ) کی طرح باقیوں کو بھی سخت مشکلات اور مصائب کا سامنا ہوا۔ پھر ان میں سے صرف حضرت عیسیٰ کو ہی کیوں خدا کا بیٹا سمجھا جائے اور باقیوں کو نہیں۔ ان نبیوں کے ذکر کے بعد حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے جن کے حالات کسی طرح بھی دوسروں سے منفرد نہ تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش کا غیر معمولی ہونا بھی ان کو کسی خاص روحانی مرتبہ پر فائز نہیں کرتا۔حضرت یحییٰ کی پیدائش بھی نہایت غیر معمولی حالات میں ہوئی تھی۔ اگر حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے تو حضرت یحییٰ کی پیدائش کے وقت ان کے والد ادھیڑ عمر کو پہنچ چکے تھے اور والدہ بانجھ تھیں اور بچے کی پیدائش ناممکنات میں سے تھی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کو جو مصائب اور شدائد پیش آئے وہ نئے نہ تھے۔ اگرچہ آپ کو صلیب پر چڑھایا گیا مگر زندہ اتار لئے گئے مگر حضرت یحییٰ نے خدا کی راہ میں مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے جان دے دی۔ پھر کیوں صرف حضرت عیسیٰ کی وفات (مصلوب ہونے) کو انسانیت کے لئے کفارہ تسلیم کیا جائے اور حضرت یحییٰ کی قربانی کو نہیں۔

اس سورۃ کے اختتام پر یاجوج اور ماجوج کی مادی ترقیات، کامیابی اور طاقت کا ذکر کیا گیا ہے یعنی مغربی عیسائی اقوام کا۔جن کے متعلق یہ سورۃ آگے چل کر بتاتی ہے کہ وہ ساری دنیا میں پھیل جائیں گی اور ہر طرح کی طاقت پر ان کا قبضہ ہوگا اور دنیا کے دوسرے ممالک ان کے سامنے سر تسلیم خم کئے کھڑے ہوں گے۔ وہ وقت ہوگا جب ان مغربی اقوام کی تباہی کا موعود وقت آئے گا اور وہ وعدے پورے کئے جائیں گے۔ خدائی عذاب ان پر اچانک اور اس تیزی سے آئے گا کہ وہ حیران و ششدر رہ جائیں گے۔ ان کے جملہ ذرائع جو ان کے غرور کی وجہ ہوں گے، ان کی شان و شوکت، عزت و حشمت تباہ و برباد ہو جائے گی اور راکھ اور دھول ہو کر رہ جائے گی۔

☆...☆...☆

میرا پہلا جلسہ سالانہ (آپ بیتی)

(مرسلہ: سدرۃ المنتہیٰ۔ کینیڈا)

خلافتِ احمدیہ اور خلیفہ وقت کے دیدار کی تڑپ میں ہر احمدی مسلمان مبتلا ہے۔ خاص کر کہ ہر پاکستانی احمدی، جسکی پیشتر زندگی اسی دیدار کی خواہش اور اسکے حصول کی دعاؤں میں بسر ہوجاتی ہے۔ اس سال چونکہ کرو ناوائرس کے پیش نظر جلسہ ہائے سالانہ کا انعقاد نہیں ہو سکے گا۔سو میں نے سوچا کیوں نا آپ سب کو اپنے اس خوبصورت سفر کا حصہ بنا لوں۔

میری زندگی کا یہ سب سے اہم دن جولائی 2019ء کو آیا؛ جب مجھے پتہ چلا کہ میں جلسہ سالانہ جرمنی میں شمولیت کے لئے جا رہی ہوں۔

انتظار کسی کو بھی اچھا نہیں لگتا۔ اور وہ بھی اگر اپنے پیارے امام کی صحبت کا انتظار ہو تو حالت ناقابلِ بیاں ہوجاتی ہے۔سفر شروع ہونے سے قبل دل کو یقین دلاتے یقین نا آتا تھا کہ میں واقعی اپنے پیارے آقا کو اپنے سامنے اپنی ان ہجر سے تھکی ماندی آنکھوں سے دیکھ سکوں گی۔ خیر آخر وہ دن آیا جب ایک غلام اپنے آقا کے دیدار کو سوئے منزل روانہ ہوئی۔

سارا راستہ جہاں دل خوشی سے خدا کے حضور شکر گزاری سے نہیں رکتا تھا۔ وہیں آنسوؤں نے جیسے میری آنکھوں کو اپنا مسکن ہی بنا لیا۔ اور انہی اشکوں نے سفر کی تھکاوٹ کو دھندلا کر دیا۔

آخر وہ لمحہ آیا جب میں کارلسعوئے (Karlsruhe) جرمنی کے مشہور میسی حال کی پارکنگ میں پہنچی۔نعرہ ہائے تکبیر کی فلک بوس آواز میرے کانوں میں پڑی تو جذبات نے جیسے دل کے دریا میں تلاتم برپا کر دیا۔ اسی حالت میں، میں رجسٹریشن ڈیسک تک پہنچی جہاں نہایت خوش اخلاق لجنہ اور ناصرات کی کارکنان تمام عازمینِ جلسہ کو خوش آمدید کہنے اور اپنی اپنی ڈیوٹیوں کو سر انجام دینے میں مصروف تھیں۔

اتنی دیر میں خطبہ جمعہ کا وقت ہوگیا اور جیسے ہی حضورِ انوار کی آواز میرے کانوں میں پڑی مجھے محسوس ہوا میرے دل کے ساتھ ساتھ میرا جسم بھی سوز و گداز سے پگھلنا شروع ہوگیا۔ اور میرے لئے زمین پر کھڑا رہنا محال ہوگیا۔ دل کرتا تھا کہ اسی وقت سجدہ شکر میں گر پڑوں اور ایک شیر خوار بچے کی مانند چیخ چیخ کر روؤں اور اپنے پیارے خدا کا شکر ادا کروں۔

جلسہ کا پہلا دن میرے لئے ایک حیرت انگیز تجربہ تھا، اتنے کثیر پیمانے میں انتظام ایک معجزہ سے کم نا تھا۔میرے ذہن میں حضرت مسیح موعودؑ کے متعدد الہامات اور اشعار گونج رہے تھے۔جن میں حضور نے اس زمانے میں ایک قلیل سی جماعت کے باوجود خدا تعالیٰ کے ان وعدوں کا ذکر فرمایا جن میں سے ایک مجھے اس وقت خاص لطف دے رہا تھا۔ ’’یاتیک من کل فج عمیق‘‘ یعنی لوگ (تیری جانب) جوک در جوک آئنگے۔

اسکے علاوہ شاملین کا جذبہ وعقیدت بھی بیان سے باہر تھا۔ پس اسی طرح پہلہ دن جلسہ کا مکمل ہوا۔ اور میں اپنی رہائش جو کہ جلسہ گاہ میں ہی تھی کو پہنچی۔لیکن نیند بھلا کیسے آتی میری زندگی کا سب سے اہم دن تو ابھی آنا تھا۔ جب اپنے پیارے آقا کو آنکھوں کے سامنے خطاب فرماتے دیکھنا تھا۔ ساری رات اگلے دن کے بارے میں سوچنے میں گزری اور انہیں سوچوں میں نماز تہجد کا وقت ہوگیا۔حضورِ انور کی امامت میں یہ پہلی نماز فجر شاید میری ساری زندگی کے نوافل سے مختلف اور خوبصورت تھی۔جسکی لذت کا بیان الفاظ کبھی نا کرسکیں۔ نماز فجر سے فارغ ہوئی تو دل میں خیال آیا کہ میری سالگرہ والے دن کیسا خوبصورت تحفہ مجھے ملا میرے خدا کی طرف سے ملا ہے۔ اسی لذت کے مزے میں جلسہ کی کاروائی کے آغاز کے انتظار میں لگ گئے۔

ابھی کاروائی میں 3 گھنٹے سے زائد وقت تھا کہ میں تیار ہو کر پانی کا گھونٹ تک پیئے بغیر ہی جلسہ گاہ میں جاکر بیٹھ گئی۔ اس خیال سے کہ جتنا آگے بیٹھونگی اتنا قریب سے اپنے پیارے امام کو دیکھوں گی۔ اس وقت حال میں موجود کارکنان بھی حیریت سے مجھے دیکھ رہیں تھیں کہ کیسے پروانے شمع کے گرد جمع ہونے کے لئے دیوانہ وار آتے ہیں۔

ایسے موقعوں پر سنا تھا کے وقت تھم جاتا ہے۔ اس دن اسکا تجربہ بھی ہوگیا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے دن ختم ہونے کو ہے مگر حضور کی تشریف آوری نہیں ہوئی۔ اسی سوچ میں گم تھی کے حال میں موجود سکرین پر حضور جلوہ افروز ہوئے اور خواتین کی مارکی کی جانب رواں نظر آئے۔میرے جذبات کی انتہاء کا کوئی ٹھکانہ نا تھا؛ وجد کی ایسی حالت طاری ہوئی کہ بس کھڑے ہوکر نعرہ تکبیر بلند آواز میں لگا سکی۔ اور اسی اثناء میں ایسا محسوس ہوا جیسے جلسہ گاہ کے ایک دروازے سے چاند سے بھی روشن کوئی روشنی داخل ہوگئی ہے۔ کیا دیکھتی ہوں کہ حضور انور تشریف لا رہے ہیں۔ اس لمحے کو بیان کرنے کی کوشش بھی میں نہیں کرسکتی۔ لیکن اتنا ضرور لکھوں گی کہ مجھے ایسا لگا جیسے میری زندگی میں ایک بہت بڑا خلا تھا جو آج بھر گیا۔ ایک محرومی تھی، جو آج پوری ہوگئی اور اب کچھ نہیں جسکی خواہش مجھے پیارے آقا کے دیکھنے سے زیادہ ہو۔ الحمد اللہ

جب پیارے آقا نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا مجھے لگا کہ بس یہ ادنیٰ غلام حضور کی خدمت میں حاضر ہے، اور حضور مجھ سے مخاطب ہیں۔ اگلے 2 گھنٹے اسی کیفیت میں گزرے شاید میری آنکھیں جھپکنا بھول گئی تھیں۔

اس دن میرے دل میں آیت استخلاف کی حقیقت ایک اور رنگ میں پوری ہوتی نظر آئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۪ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَ لَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ؕ وَ مَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ (سورۃ النور، آیت ۵۶)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اُس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

اس آیت کریمہ میں جس تمکنت کا ذکر ہے وہ نا صرف خلافت کے سائے میں رہنے سے ملتی ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے چنیدہ خلیفہ کی صحبت میں بیٹھنے اور خلیفہ وقت کے چہرہ پر ہر بار نظر ڈالنے سے بھی ملتی ہے۔ جسکو میں نے اس دن ہر لحظہ محسوس کیا۔ اسی ایمانی سرور اور مزے میں جلسہ کے تینوں دن تمام ہوئے۔

جلسہ کے تیسرے دن بیعت کا منظر میرے لئے ایک عجیب نظارہ تھا۔ دنیا کے ہر کونے سے شامل ہونے والے چالیس ہزار سے زائد مرد و زن اپنے امام کے ہاتھ پر خدا سے اپنے کئے ہوئے عہدوں کو تازہ کرتے ہیں۔ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو اشکبار نہ تھی۔ ہر آنکھ میں نمی اور چہرے پرسکون ہی سکون نظر آتا تھا۔ جو کہ صرف اور صرف خدا تعالیٰ کے کامل فضل اور خلافت کی برکت سے ملتا ہے۔

ان تین دنوں میں جلسہ گاہ سے متصل تمام گزرگاہوں سے اسی شوق میں بارہا گزرتی رہی کے میرے پیارے آقا انہیں جگہوں سے گزرتے ہونگے۔ 7 جولائی کو اللہ کے فضل سے ایک کامیاب جلسہ سالانہ کا اختتام ہوا۔ اختتامی دعا کے ساتھ میں نے بھی واپسی کا سفر شروع کیا۔ مگر حقیقت تو یہ ہے کہ میرا دل پیارے آقا کی ملاقات تک وہیں اسی حال کے جلسہ گاہ میں رہ گیا ہے۔ اور انہیں لمحات کی یاد اور ملاقات کی امید میں زندہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب ہجر کے ماروں کو خلیفہ وقت کی صحبت عطا کرے۔ اور ہمیں خلافت کی اطاعت اور محبت میں دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خلافت سہارا ہے ہم غمزدوں کا
اسے رکھ سلامت خدائے خلافت

★…★…★

افضل الانبیاء

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا

’’چونکہ آنحضرت ﷺ افضل الانبیاء اور سب رسولوں سے بہتر اور بزرگ تر تھے اور خدائے تعالیٰ کو منظور تھا کہ جیسے آنحضرت ﷺ اپنے ذاتی جوہر کے رو سے فی الواقعہ سب انبیاء کے سردار ہیں ایسا ہی ظاہری خدمات کے رو سے بھی ان کا سب سے فائق اور برتر ہونا دنیا پر ظاہر اور روشن ہو جائے اس لئے خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی رسالت کو کافہ بنی آدم کے لئے عام رکھا تا کہ آنحضرت ﷺ کی محنتیں اور کوششیں عام طور پر ظہور میں آویں۔موسیٰؑ اور ابن مریمؑ کی طرح ایک خاص قوم سے مخصوص نہ ہوں اور تا ہر یک طرف سے اور ہر یک گروہ اور قوم سے تکالیف شاقہ اٹھا کر اس اجر عظیم کے مستحق ٹھہر جائیں جو دوسرے نبیوں کو نہیں ملے گا۔‘‘

(براہین احمدیہ۔روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 653-654)

یارب صل علی نبیک دائما　　فی ھذہ الدنیا و بعث ثان

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بقیہ: خلافت کا عظیم الشان مقام اور اس کی ضرورت... از صفحہ 7

ہوں گی نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت اگر ان خلفاء کا فیصلہ کسی مسئلہ کے متعلق یا ان کا فتویٰ کسی واقعہ کے متعلق پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو وہ دلیل شرعی ہوگا کہ مجتہد اس سے تمسّک کرے گا کیونکہ وہ فیصلہ اور فتویٰ (بحکم اس آیت کے) وہی دین پسندیدہ دین ہے جس کی تمکین واقع ہوئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بہرحال یہ تو یقینی ہے کہ ان کا قول دوسروں کے قیاس اور استنباط سے زیادہ قوی ہوگا‘‘

(ازالۃ الخفاء فصل سوم تفسیر آیات خلافت صفحہ 79 تا 80)

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

’’جب تک بار بار ہم سے مشورے نہیں لیں گے اس وقت تک ان کے کام میں برکت پیدا نہیں ہوسکتی آخر خدا نے ان کے ہاتھ میں سلسلہ کی باگ نہیں دی میرے ہاتھ میں سلسلہ کی باگ دی ہے انہیں خدا نے خلیفہ نہیں بنایا مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے اور جب خدا نے اپنی مرضی بتانی ہوتی ہے تو مجھے بتاتا ہے انہیں نہیں بتاتا پس تم مرکز سے الگ ہو کر کیا کر سکتے ہو جس کو خدا اپنی مرضی بتاتا ہے جس پر خدا اپنے الہام نازل فرماتا ہے جس کو خدا نے اس جماعت کا خلیفہ اور امام بنادیا ہے اس سے مشورہ اور ہدایت حاصل کرکے تم کام کر سکتے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہ رکھے تو خواہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو وہ اتنا کام بھی نہیں کر سکے گا جتنا بکری کا بکروٹہ کرسکتا ہے‘‘

(الفضل 20 نومبر 1946)

خلیفہ کو ماننا اور اس کی اطاعت کرنا فرض ہے

قرآن کریم آیت استخلاف جس میں اعمال صالحہ پر قائم ایمان لانے والوں سے خلافت کا وعدہ دے کر اس کی برکات کا مضمون بیان ہوا ہے اس آیت سے پہلے کی چند آیات اور پھر معاً بعد کی آیت میں اطاعت رسول کا حکم دیا گیا ہے اور درمیان میں اس آیت کو لا کر درحقیقت اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ خلافت کی اطاعت بھی ویسے ہی ضروری اور لازمی ہے جیسے کہ انبیاء اور رسل کی اطاعت ضروری ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ آیت کی تکمیل ان الفاظ سے ہوتی ہے

وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ اور جو (اس خلافت کے قیام) کے بعد انکار کریں گے تو یہی لوگ فاسقوں میں شمار ہوں گے

اس آیت میں خلافت کے انکار کے لئے لفظ کفر استعمال ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ لفظ کفر ایمان کے بالمقابل بولا جاتا ہے اس طرح یہ آیت صراحت کے ساتھ خلفاء کو ماننے اور ان کی بیعت میں آ کر ان کی اطاعت فرض قرار دے رہی ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

’’خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس نبی کریم کے خلیفے وقتاً فوقتاً بھیجتا رہوں گا اور خلیفہ کے لفظ کو اشارہ کے لئے اختیار کیا گیا کہ وہ نبی کے جانشین ہوں گے اور اس کی برکتوں میں سے حصہ پائیں گے جیسا کہ پہلے زمانوں میں ہوتا رہا اور ان کے ہاتھ سے برجائی دین کی ہوگی اور خوف کے بعد امن پیدا ہوگا یعنی ایسے وقتوں میں آئیں گے کہ جب اسلام تفرقہ میں پڑا ہوگا پھر ان کے آنے کے بعد جو ان سے سرکش رہے گا وہی لوگ بدکار اور فاسق ہیں یہ اس بات کا جواب ہے کہ بعض جاہل کہا کرتے ہیں کہ کیا ہم پر اولیاء کا ماننا فرض ہے سو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بیشک فرض ہے اور ان سے مخالفت کرنے والے فاسق ہیں اگر مخالفت پر ہی مریں‘‘۔

(شہادۃ القرآن روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 339)

اسی طرح فرماتے ہیں

’’اور یہ کہنا کہ مجددوں پر ایمان لانا کچھ فرض نہیں خدا تعالیٰ کے حکم سے انحراف ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ یعنی بعد اس کے جو خلیفے بھیجے جائیں پھر جو شخص ان کا منکر رہے وہ فاسقوں میں سے ہے‘‘ (شہادۃ القرآن روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 344)

حضرت سید اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

خلیفۂ راشد سایۂ رب العالمین ہمسایۂ انبیاء ومرسلین، سرمایہء ترقیء دین اور ہم پایہ ملائکہ مقربین ہے دائرہ امکان کا مرکز تمام وجوہ سے باعث فخر اور ارباب عرفان کا افسر ہے افراد انسی کا سردار ہے اس کا دل تجلیء رحمان کا عرش اور اس کا سینہ رحمت وافرہ اور اقبال جلالت یزداں کا پرتو ہے اس کی مقبولیت جمال ربانی کا عکس ہے اس کا قہر تیغ قضا اور مہر عطیات کا منبع ہے اس سے اعراض اعراض تقدیر اور اس کی مخالفت مخالفت رب قدیر ہے جو کمال اس کی خدمتگذاری میں صرف نہ ہو، خیال ہے پُرخلل، اور جو علم اس کی تعظیم وتکریم میں مستعمل نہ ہو سراسر وہم باطل ومحال ہے جو صاحب کمال اس کے ساتھ اپنے کمال کا موازنہ کرے وہ مشارکتِ حق تعالیٰ پر مبنی ہے اہل کمال کی علامت یہی ہے کہ اس کی خدمت میں مشغول اور اس کی اطاعت میں مبذول رہیں اس کی ہمسری کے دعویٰ سے دستبردار رہیں اور اسے وارث رسول شمار کریں

خلیفہء راشد نبی حکمی ہے گو وہ فی الحقیقت پایۂ رسالت کو نہیں پہنچا لیکن منصب خلافت احکام انبیاء اللہ کے ساتھ منسوب ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اگرچہ کوئی شخص ۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر چند عبادات اور طاعات دینیہ بجالائے اور احکام اسلام میں پوری کوشش کرتا رہے لیکن جب تک امام وقت کی اطاعت کے آگے سرتسلیم خم نہ کرے اور اس کی اطاعت کا اقرار نہ کرے، عبادتِ مذکورہ آخرت میں اس کے کام نہ آئے گی اور رب قدیر کی داروگیر سے خلاصی نہ ہوسکے گی‘‘۔

(منصب امامت حضرت سید اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ مترجم اردو مطبوعہ حاجی حنیف اینڈ سنز لاہور صفحہ 121تا122)

خلاصہء کلام یہ ہے کہ خلافت اللہ کا وہ عظیم الشان انعام ہے جو نیک اعمال بجالانے والے مومنوں کو عطا ہوتا ہے، خلافت وہ جانشین رسالت ہے کہ جس میں رسالت کے فیوض وبرکات منعکس ہوکر مردہ دلوں کو روحانی زندگی کا وارث بناتے ہیں، یہ وہ عظیم نعمت ہے جس کی دستار بندی خدا خود اپنے ہاتھوں سے کرتا ہے، یہ وہ حبل اللہ ہے جو مومنوں کو وحدت کی لڑی میں پروئے رکھتی ہے اور ان کی شیرازہ بندی کرتی ہے، یہ وہ عظیم درسگاہ ہے جو علم وعرفان کے جام پلا کر جاہلیت کی موت سے نجات دلاتی ہے، خلافت فتح وظفر کی وہ کلید ہے جو وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمۡ دِیۡنَھُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَھُمۡ کی نوید کو وفا کرکے دکھاتی ہے، یہ عافیت کا وہ حصار ہے جو وعدۂ الٰہی وَلَیُبَدِّلَنَّھُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِھِمۡ اَمۡنًا کے ایفاء کی ضمانت دیتی ہے۔

الحمد للہ ثُمّ الحمد للہ کہ آج روئے زمین پر احمدی وہ خوش نصیب ہیں جن کو خلافت جیسی عظیم دولت نصیب ہوئی ہے اور اس نعمت کے سائے تلے ہر لحہ وہر آن جماعت احمدیہ ترقی کی نئی سے نئی منازل طے کرتی چلی جارہی ہے اور اس خلافت کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلام صادق حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے فیوض وبرکات دنیا تک پہنچ رہے ہیں، دین کو تمکنت مل رہی ہے، مومنوں کے خوف امن میں تبدیل ہورہے ہیں اور توحید کامل کے ساری دنیا میں قیام کے سامان ہورہے ہیں خدا تعالیٰ کی یہ عظیم نعمت ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ ہم اطاعت خلافت کے وہ نمونے دکھائیں کہ صحابہ کے دور کی یاد تازہ ہوجائے خدا ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے – آمین

13 اگست 2020ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:37	18:52
مدینہ منورہ	04:32	18:57
قادیان	04:23	19:14
ربوہ	04:03	18:54
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:17	20:28